التفسیر: مجلس تفسیر، کراچی جلد:۹، شمارہ:۲۶، جولائی تا دسمبر ۲۰۱۵ء

رنگِ خیال

داعیِ قرآن
پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج شہیدؒ

استادِ محترم، محقق و مفسر، مفکرِ قرآن، پروفیسر ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج کو شہادت کا رتبۂ عظیم مبارک ہو۔ ڈاکٹر اوج کی شہادت نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ تنگ نظری، تعصب اور جہالت کے اندھیرے انھیں علم و آگہی کے راستے پر آگے بڑھنے سے روکنے میں ناکام رہے اور بالآخر اپنی شکست تسلیم کرتے ہوئے انھیں راستے سے ہٹانے پر مجبور ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں انھیں دنیا میں مرتبے اور اعزازات سے نوازا تھا ایک اور تمغہ، تمغۂ شہادت بھی انھیں عطا کر دیا۔

۱۸/ ستمبر ۲۰۱۴ء کی صبح قریباً ساڑھے دس بجے دہشت گردوں ڈاکٹر اوج کو نشانہ بنایا۔ ان کا جرم کیا تھا؟؟؟

ان کا جرم یقیناً بہت بڑا تھا اور وہ یہ کہ انھوں نے ایک ایسے معاشرے میں جہاں مکالمے کے بجائے مناظرے کو ترجیح دی جاتی ہو، جہاں حقیقت کے بجائے خرافات کو پسند کیا جاتا ہو، جہاں میرٹ کو رسوا اور عدل و انصاف کو قدموں تلے روندا جاتا ہو۔ وہاں انھوں نے تحقیق و جستجو اور علم و آگہی کے چراغ جلا کر ہواؤں کو الجھن میں ڈال دیا تھا۔

ڈاکٹر اوج کا قتل محض ایک فرد کا قتل نہیں تھا۔ یہ علم و دانش، تحقیق و جستجو، اصول پسندی، دیانت داری، میرٹ کی پاسداری، محنت کی عظمت کا قتل تھا۔ جو پہلے بھی کئی بار کیا گیا، جیسا کہ اہلِ علم و دانش کے ساتھ ہوتا آیا ہے۔ ڈاکٹر اوج کو اپنی پیشہ ورانہ ذمہ داریوں کی ادئیگی میں بار بار ٹارگٹ کلرز کا سامنا کرنا پڑا۔ معاملہ حریت فکر اور جرات اظہار کا ہو یا پروفیسر شپ، ڈین شپ، پی ایچ۔ ڈی، یا ڈی۔ لٹ کا، ہر مرحلے پر ان کے سامنے رکاوٹوں کے پہاڑ کھڑے کیے گئے، ناانصافی کی گئی۔ لیکن وہ ان لوگوں میں سے نہیں تھے جو ظلم بھی سہیں اور بغاوت بھی نہ کریں، ان کے ساتھ ناانصافی ہو اور وہ صدائے احتجاج بھی بلند نہ کریں۔ وہ اپنے حق کے لیے لڑنا جانتے تھے اور مردانہ وار مقابلہ کیا کرتے تھے۔

فتح ڈاکٹر شکیل اوج ہی کی ہوئی۔ حاسدوں کے لیے ان کی زندگی بھی تکلیف کا باعث تھی، موت بھی ان کے حسد میں اضافہ کا سبب ہی بنی کہ شہادت ہر ایک کا نصیب نہیں ہوتی۔ حریت فکر اور جرأت اظہار ڈاکٹر اوج کا خاصہ تھی۔ اظہارِ حق میں کسی سے مرعوب ہونا ان کی سرشت میں ہی نہیں تھا۔ کسی کا بلند مرتبہ یا اعلیٰ منصب انہیں حق بات کہنے سے روک نہیں سکتا تھا یہی وجہ ہے کہ ان

کے ساتھ:

اپنے بھی خفا مجھ سے بیگانے بھی ناخوش
میں زہرِ ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند

والا معاملہ تھا۔

ڈاکٹر حافظ محمد شکیل اوج ابن عبدالحمید خان یکم جنوری ۱۹۶۰ء کو کراچی میں پیدا ہوئے۔ ۱۹۸۶ء میں علومِ اسلامی (فرسٹ کلاس فرسٹ پوزیشن) میں اور ۱۹۹۰ء میں صحافت میں ایم۔اے۔ کی سند حاصل کی۔ ۲۰۰۰ء میں علومِ اسلامی میں ''قرآن مجید کے آٹھ منتخب تراجم کا تقابلی مطالعہ'' کے موضوع پر پی ایچ۔ڈی کیا۔ علم و تحقیق کی راہوں میں آگے بڑھتے گئے اور ۲۰۱۴ء میں ڈی۔لٹ کی سند حاصل کی۔ آپ کو یہ اعزاز حاصل تھا کہ آپ علومِ اسلامی میں ڈی۔لٹ کی سند حاصل کرنے والے صوبۂ سندھ کے پہلے، پاکستان کے دوسرے اور برِ عظیم پاک و ہند کے تیسرے فرد تھے۔

۱۹۸۷ء سے ۱۹۹۵ء تک وفاقی گورنمنٹ اردو کالج (حالیہ وفاقی اردو یونیورسٹی) میں اور ۱۹۹۵ء سے تا دمِ آخر جامعہ کراچی میں تدریسی و تحقیقی خدمات انجام دیں۔ آپ کے زیرِ نگرانی ۱۶ طلباء نے پی ایچ۔ڈی، ایک طالب علم نے ایم۔فل مکمل کیا جبکہ ۲۱ طلباء آپ کے زیرِ نگرانی ایم۔فل اور پی ایچ۔ڈی کی اسناد کے حصول کے لیے اپنے اپنے تحقیقی کاموں میں مصروفِ عمل تھے۔ آپ کئی اعلیٰ تعلیمی و تحقیقی اداروں، رسائل و جرائد سے بھی وابستہ اور بہت فعّال تھے۔ الغرض اپنی مختصر زندگی میں ہمہ دم متحرک، فعّال اور مصروفِ عمل رہے۔ بے شمار اعزازات و انعامات حاصل کیے۔ متعدد تعلیمی اداروں (بشمول جامعات، دارالعلوم و دینی مدارس) میں توسیعی لیکچرز دیے۔ لاتعداد ٹی۔وی پروگرامز میں بحیثیت دینی علوم کے ماہر کے شرکت کی۔ بحیثیت مشیرِ امورِ طلباء، سیکریٹری مسجد کمیٹی، ممبر اعلیٰ اختیاراتی کمیشن، ممبر سٹاف کلب کمیٹی، ڈائرکٹر مسندِ سیرت، صدرِ شعبۂ قرآن و سنہ، صدر شعبۂ علومِ اسلامی، رئیس کلیہ علومِ اسلامی، جامعہ کراچی اور بحیثیت ممبر سینیٹ، وفاقی اردو یونیورسٹی بھی اپنی ذمہ داریاں انجام دیں۔ ۸۶ تحقیقی مقالات، ۱۵ کتابیں اور ۳۷ مضامین شائع ہوئے۔ ۴ بین الاقوامی کانفرنسوں اور ۴۳ قومی کانفرنسوں، سیمینارز اور ورکشاپس میں شرکت کی اور مقالات پیش کیے۔

قرآن کریم کے تراجم، تفاسیر، احادیث، فقہ اور سیرتِ طیبہ ﷺ آپ کی دلچسپی کے خاص موضوعات تھے۔ مختلف تفاسیرِ قرآن، جدید فقہی مسائل، معاشرتی و سماجی امور و معاملات پر متعدد تحقیقی مقالات لکھے جو ملکی و بین الاقوامی علمی و تحقیقی رسائل و جرائد میں شائع ہوئے۔ سیرت کے موضوع پر ''صاحبِ قرآن ﷺ'' کے عنوان سے اپنے مقالات کو ترتیب دیا۔

قرآن اور صاحبِ قرآن ﷺ کی محبت، آپ کی زندگی کا جزوِ لاینفک تھی۔ آپ کے موضوعاتِ تحقیق میں ہمیشہ انھی دو عنوانات کو اوّلیت اور ترجیح حاصل رہی۔ آپ نے اپنی فکر کی اساس قرآن کریم پر رکھی۔ یہی وجہ ہے کہ جب ایک علمی و فکری جریدے کے شائع کرنے کا خیال آیا تو قرآنِ کریم کے تعلق سے اس کا نام التفسیر منتخب کیا۔ جنوری ۲۰۰۵ء میں سہ ماہی التفسیر کا پہلا

شمارہ منصۂ شہود پر آیا۔ التفسیر کی وجہ تسمیہ بیان کرتے ہوئے ڈاکٹر شکیل اوج نے لکھا تھا:

''ہم نے اس مجلّے کا نام التفسیر منتخب کیا ہے جو بالعموم قرآن مجید کی نسبت سے بولا اور سمجھا جاتا ہے۔ واضح ہو کہ ہم نے تفسیر کے بجائے التفسیر رکھا ہے۔ یعنی الف لام تعریفی داخل کر کے نکرہ کو معرفہ بنایا ہے۔

اس نام کے انتخاب کی ایک وجہ تو یہ کہ ہم نے اپنی فکر کا مرکز و محور قرآن اور صاحبِ قرآن کو بنایا ہے۔ قرآن اور صاحبِ قرآن دونوں لازم و ملزوم ہیں۔ کیونکہ آپ ﷺ کی ذاتِ والا صفات، قرآن کی مجسم تفسیر ہے۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ لفظ تفسیر اپنے لغوی معنی و مفہوم میں کسی بھی امر کے واضح کرنے، کھولنے اور منکشف کرنے کے لیے استعمال ہوتا ہے۔ گویا ہر دو اعتبار سے یہ نام 'کہ آپ اپنا تعارف ہوا بہار کی ہے' کا مصداق ہے۔

... ہمارا مقصد قرآن و سنت کی روشنی میں، عصرِ حاضر کے تقاضوں کے مطابق، فکر و نظر کی تطہیر ہے۔ جس کے بغیر کوئی بھی عمل، مثبت ردّعمل کا محرک نہیں بنتا اور معاشرے میں کوئی مفید تبدیلی واقع نہیں ہوتی۔''

اللہ تعالیٰ نے ڈاکٹر اوج کو شعر گوئی کی صلاحیت سے بھی نوازا تھا۔ نعتیں بھی کہیں اور غزلیں اور نظمیں بھی۔ نعت کا ایک شعر جو ڈاکٹر اوج کی ذاتِ رسالتمآب ﷺ سے محبت کا اظہار بھی ہے اور ان کے عقیدے کا بیان بھی:

میسّر ہوا جس کو عشقِ نبی ﷺ
وہ سمجھے کہ دنیا ہی جنت ہوئی

ایک نعت کے چند اشعار بھی ملاحظہ کیجیے:

لطف اُن کا عام ہوگیا — اور سب کا کام ہوگیا
وِرد اُن کا نام ہوگیا — قلب کو آرام ہوگیا
ان کے نعت خوانوں میں — اوجؔ تیرا نام ہوگیا

پروفیسر ڈاکٹر محمد شکیل اوج کی عصرِ حاضر کے علمی نوفکری اور معاشی و معاشرتی تقاضوں پر گہری نگاہ تھی اور وہ روایت و درایت کے اصولوں سے بھی بخوبی واقف تھے۔ وہ یہ سمجھتے تھے کہ مسلمانوں کے جملہ مسائل قرآن مجید سے دوری کے سبب پیدا ہوئے ہیں اور یہ دوری قرآن خوانی کی نہیں، قرآن فہمی کی ہے جس کے بغیر تکمیلِ ذات اور تعمیرِ انسانیت ناممکن ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنی فکر کو بیان کرنے میں ہچکچاتے تھے نہ کسی سے خوف کھاتے تھے۔ اپنی علمی بصیرت کے مطابق جو حق جانتے تھے اسے بلا خوفِ لومۃ لائم بیان کرتے تھے:

چاہے کوئی رسوا کرے ہم کو یا نیک نام
ہم تو کسی بھی بات کی پروا نہیں کرتے

ایک نظم میں لکھتے ہیں:

ہجومِ سیاست کی باطل پسندی
ہم حق کی شہادت کو ترسا کیے ہیں
جہاں پر ملے سب کو عزّت کی روٹی
ہم ایسی ریاست کو ترسا کیے ہیں
یہاں عدل رخصت ہوا ہے جبھی تو
وقوعِ قیامت کو ترسا کیے ہیں
صدائے 'تعالوا' کی پھر ہے ضرورت!
سواءٌ کی دعوت کو ترسا کیے ہیں
پھر روحِ حریت کو بیدار کردے
ہم غیرت، حمیّت کو ترسا کیے ہیں
شکستہ ہوا شیشۂ دل ہمارا!
ہم اپنی ہی صورت کو ترسا کیے ہیں

ڈاکٹر شکیل اوج کی ایک خوبی یہ بھی تھی کہ وہ علمی معاملات میں اختلاف دلائل کی بنیاد پر اور شائستگی کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ مخالف نقطۂ نظر کو ہمیشہ ایک اچھے سامع کی طرح تحمل سے سنتے، شائستگی سے اختلاف کرتے اور شرح وبسط کے ساتھ اپنے موقف کو بیان کرتے تھے لیکن اپنی رائے کو تسلیم کرنے پر اصرار نہیں کرتے تھے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنی رحمت کے طفیل ڈاکٹر محمد شکیل اوج مرحوم کی بشری لغزشوں سے درگزر کرکے اپنی رحمت و مغفرت سے سرفراز فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ رحمةً واسعةً۔ (آمین)

مجلس التفسیر کی یہ کوشش ہے کہ علم وآگہی کے جس چراغ کو ڈاکٹر اوج نے اپنے لہو سے روشن کیا ہے اس کی لو کو مدھم نہ ہونے دیا جائے، لہٰذا ڈاکٹر اوج کی شہادت کے بعد تمام تر مشکلات اور نامساعد حالات کے باوجود ڈاکٹر شکیل اوج کے صاحبزادے ڈاکٹر محمد حسان اوج کی زیرادارت التفسیر کا یہ تیسرا شمارہ (مسلسل شمارہ نمبر ۲۶) آپ کے پیش نظر ہے۔ بہت جلد ہم التفسیر کا خصوصی شمارہ ''ڈاکٹر محمد شکیل اوج شہید نمبر'' بھی شائع کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں، جس کے لیے ہم آپ کے علمی تعاون ورشحاتِ قلم کے منتظر ہیں۔

محمد سہیل شفیق